**Al-Qalam** القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:26, Issue:2, 2021, pp.149-160

# بیع مؤجل اور ثمن کی ادائیگی کے لیے مروجہ اقدامات کا جائزہ: اردو فتاویٰ کی روشنی میں

# Credit Sale and In Vogue Steps of the Payment of Agreed Upon Price: An Analysis from the Perspective of Urdu Fataawa

**Ḥāfiz Muḥammad Ṣafdar** *(corresponding author)*
PHD Scholar,
Institute of Islamic Studies, Punjab University,
Lahore, Pakistan
Email: hafizsafdarawan@gmail.com

**Prof. Dr. Ghulām Alī Khān**
Institute of Islamic Studies, Punjab University,
Lahore, Pakistan

**KEYWORDS**

LAWFUL EARNING, CREDIT SALE, CASH PRICE, DELAYED PAYMENTS, FINANCIAL PUNISHMENT

Date of Publication: 20-11-2021

**ABSTRACT**

Muslims are bound to follow the teachings of Islam in all of their life segments. Moreover, lawful earning is essential in Islam as pure worship. Muslims are allowed to do only legal deeds in their social, political and economic sectors. Sales and purchases should also be totally accomplished in the light of Sharīha. According to Islam an article can be sold on high rate on credit sale as compared to cash sale provided same price of the article is fixed. However it is decided that an item can't be sold at lower price of a city cash price on credit sale. In case of nonpayment in given period of time, price cannot be increased for delayed payment. However financial punishment may be adopted on need basis as it is being practiced by Islamic banking. Advanced payment will be returned back in case of an incomplete sale. Mortgage and guarantee asking is the traditional and ideal Islamic practice in credit sale.

## تمہید:

دینِ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے اور یہ رہنمائی محض ایک مشورہ اور فہمائش ہی نہیں بلکہ اسی کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا مسلمانوں کو پابند بنایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ: 2: 208) [1] اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، یقین جانو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس حکم سے واضح ہے کہ عقائد و عبادات ہوں یا اخلاق و معاملات ایمان والوں کے لیے پوری زندگی شریعت کے اتباع میں اور شیطانی راستوں سے بچ کر گزارنا ضروری ہے۔ عبادات کے باب میں صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي۔ [2] تم نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ اور خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ۔ [3] مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو۔ جیسے ارشادات سے اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی اہمیت اور قبولیتِ اعمال کے لیے اس کی پیروی اور پابندی کا واضح پیغام ملتا ہے اسی طرح خرید و فروخت کے معاملات میں بھی آپ ﷺ کی سنت اور حکم کا اتباع ضروری ہے نیز ان احکام کی خلاف ورزی کرنا اور کسی معاملے میں شریعت کو نظر انداز کر دینا کس قدر خطرناک ہو سکتا ہے، اس واقعہ سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک عورت نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنے کی خبر دی جو ان کے خیال کے مطابق سود سے ملوث ہو رہا تھا تو حضرت عائشہؓ نے اس انداز میں خبردار کیا: أَبْلِغِي زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ: أَنَّهُ قَدْ أَبْطَلَ جِهَادَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ۔ [4] میری طرف سے زید بن ارقمؓ کو پیغام پہنچا دیجیے کہ اگر وہ رجوع اور توبہ نہیں کرتے تو (اس سودی معاملہ کی وجہ سے) انہوں نے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر اپنا جہاد کرنا بھی برباد کر دیا ہے (دوسری روایت میں جہاد کے ساتھ حج کے الفاظ بھی ہیں)۔ خرید و فروخت کے معاملات میں اسی شرعی حساسیت اور نزاکت کے پیشِ نظر اس تحقیق میں اردو فتاویٰ میں بیع مؤجل کی رائج اقسام اور ان کے متعلق شرعی احکام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

## بیع مؤجل اور اس کا جواز:

خرید و فروخت کو عربی میں بیع کہتے ہیں جس کی فقہی تعریف "مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ"۔ [5] مال کا مال سے تبادلہ ہے۔ اس تبادلہ میں ہونے والے نفع و نقصان اور عوضَین (جن چیزوں کا باہم تبادلہ کیا جاتا ہے) پر نظر کرتے ہوئے بیع کی درجنوں اقسام بن جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک تقسیم عوضین کی ادائیگی سے متعلق کی گئی ہے اس تقسیم میں چند

مزید اقسام بنتی ہیں مختصراً انہیں ذکر کرنے کے بعد بیع مؤجل کی حقیقت اور وقتِ مقررہ پر ثمن کی ادائیگی سے متعلق متداول اردو فتاویٰ کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ **بیع الحال**: جس بیع میں عوضین میں سے کسی کے لیے بھی مہلت کی شرط نہیں ہوتی بلکہ معاملہ نقد طے ہو جاتا ہے۔ **بیع الکالیٔ بالکالیٔ**: جس بیع میں عوضین کے لیے مہلت شرط ہوتی ہے یعنی ثمن اور مبیع دونوں ادھار ہوتی ہیں۔ **بیع السلم**: ایسی بیع جس میں ثمن (مقررہ قیمت) نقد ادا کیا جاتا ہے جبکہ مبیع (مطلوبہ چیز) کی حوالگی مدت معینہ کے بعد ہوتی ہے۔اور **بیع المؤجل**: جس بیع میں مبیع فوراً خریدار کو مل جاتی ہے جبکہ ثمن کی ادائیگی کے لیے مہلت اور مدت معین کی جاتی ہے، یہ مہلت خریدار کا حق ہے۔[6] اس بیع مؤجل کو البیع بالنسیئۃ بھی کہا جاتا ہے اور ایسی بیع میں قیمت کی ادائیگی ایک مہلتِ مقررہ کے بعد کرنا بالاجماع جائز ہے۔

**عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا:أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ۔**[7]

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ؐ نے ایک یہودی سے کچھ مدت کے لیے غلہ خریدا اور لوہے کی زرہ بطورِ رہن رکھوائی۔

اس حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ کے مبارک اسوہ سے کوئی چیز نقد خرید کر اس کی قیمت ایک وقتِ مقررہ کے بعد ادا کرنے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے اور بیع مؤجل کے جواز میں یہی فقہاء کی دلیل ہے۔ اب اردو فتاویٰ میں بیع مؤجل سے متعلق سوالات واشکالات کا جائزہ لیا جاتا ہے:

## بیع مؤجل (ادھار خرید وفروخت) میں قیمت کی زیادتی

ادھار فروخت کی صورت میں بازار کا پیش آمدہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ دکاندار عام طور پر نقد قیمت سے زائد وصول کرتے ہیں جو بظاہر مہلت ہی کی وجہ سے ہے کیونکہ جتنی زیادہ مہلت ملتی ہے اتنی ہی زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

مختلف فتاویٰ میں یہ بات بالاتفاق بیان کی گئی ہے کہ نقد اور ادھار میں قیمت کی کمی بیشی جائز ہے، مگر اس کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ مجلسِ عقد میں قیمت کی مقدار اور ادائے قیمت کی میعاد واضح طور پر متعین کر لی جائے۔[8]

نیز اس خرید وفروخت سے متعلق ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ "جس چیز کا نرخ ایک شہر میں جاری ہو تو ادھار پر اس نرخ مروّجہ سے کم پر فروخت جائز نہیں۔"[9] یعنی ادھار پر بیچتے ہوئے کم از کم نقد قیمت پر بیچا جائے گا یا بازاری قیمت سے کچھ زائد پر، کم پر بیچنا جائز نہیں۔

اس کے علاوہ قیمت کی تعیین پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی کیونکہ شریعت نے عام حالات میں نقد اور ادھار ہر طرح کی خرید وفروخت میں قیمت کے تعین کو فریقین کی صوابدید پر ہی چھوڑ رکھا ہے۔اس لیے "ادھار میں نقد کی نسبت گراں قیمت پر دینا جائز ہے مگر نقد اور ادھار کے درمیان قیمت کا فرق مناسب ہونا چاہیے"۔[10] جیسے فتاویٰ کو محض اخلاقی مشورہ اور درخواست ہی سمجھا جائے گا۔ بیع مؤجل میں زائد قیمت کے جواز پر اس فقہی عبارت سے استدلال کیا جاتا ہے: **ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل۔** [11]ادھار کی وجہ سے قیمت بڑھادی جاتی ہے (اور اس اضافہ اور زیادتی کو فقہاء نے قبول کیا ہے، اس پر نکیر نہیں فرمائی)۔تاہم متداول فقہی متون کے مطابق ادھار خریدنے کی صورت میں جبکہ مجلسِ عقد میں کسی چیز کی ایک قیمت متعین ہوچکی اور خریدار اپنی معین شدہ مدت میں پیسے نہ دے سکا تو اس (تاخیر) کی وجہ سے زیادہ رقم لینا جائز نہیں۔ **لأن الأجل لا يقابله شيء من الثمن.**[12]اس لیے کہ مدت کی کمی بیشی کے مقابلہ میں قیمت میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ادھار ادائیگی میں (بظاہر) مہلت دینے پر شے کی اضافی قیمت سود کی تعریف میں نہیں آتی تو مقررہ وقت پر عدمِ ادائیگی کی صورت میں رقم کی زیادتی کا مطالبہ کیوں درست نہیں یعنی اجل الاجل اور مقابلۃ الاجل میں کیا فرق ہے، امداد الاحکام میں ہے: نقد اور ادھار فروخت میں قیمت کا فرق اور ادھار لینے کی وجہ سے زیادہ داموں میں کسی چیز کی فروخت سود نہیں۔سود وہ زیادتی ہے جو اجل کے مقابلہ میں ہو اور اجل کا مقابلہ اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ماہ اور ہر سال کے عوض میں اتنی زیادتی ہوتی رہے گی۔اور جائز صورت یہ ہے کہ مبیع کی قیمت متعین ہوچکی ہے اور اب خریدار مدتِ معینہ سے پہلے ادا کرے تب بھی اسے اتنی ہی قیمت ادا کرنا ضروری ہے اور اگر مدت معینہ یا اس مدت کے گزر جانے کے بعد ادا کرے تب بھی اتنی ہی رقم ادا کرے گا۔غرض لاجل الاجل (اجل کو زیادتِ ثمن کا باعث بنانا) ربوا نہیں اور بمقابلۃ الاجل (رقم کو اجل کا معاوضہ بنانا مثلاً اگر تین دن میں رقم ادا کرے گا تو قیمت یہ ہوگی، ہفتہ بھر میں ادا کردے گا تو ایک دوسری قیمت) سود اور حرام ہے، اور ان دونوں میں واضح فرق ہے۔[13]

قیمت کے تعین میں یہ بات طے ہے کہ سودا کرتے ہوئے خریدار کو کسی مقررہ مدت تک مہلت دینے کے بدلہ میں ایک قیمت جبکہ ایک دوسری مدت تک ادائیگی کی صورت میں ایک دوسری قیمت متعین کرنا درست ہے، مثلاً ایک ماہ بعد ادائیگی کے لیے 600 اور دو ماہ کے بعد 700 روپے قیمت ہوگی (اور سودے کی تکمیل اور عوضین پر قبضہ کے تبادلہ سے پہلے ہی قیمت اور اس کی ادائیگی کے وقت کا متعین ہو جانا ضروری ہے) لیکن یہ نہیں کیا جاسکتا کہ فی مہینہ

ایک سو روپیہ زائد ادا کرنا ہو گا (کیونکہ اس صورت میں خرید و فروخت کے وقت مہلت اور قیمت میں سے کچھ بھی طے نہیں ہوا)۔ [14] اسی طرح اگر کسی چیز کا سودا کرتے ہوئے اس کی پوری قیمت طے ہی نہیں کی گئی یا طے تو ہوئی لیکن قیمت کا کوئی حصہ یا کمیشن اس چیز کی آگے مزید فروخت سے متعلق کر کے غیر طے شدہ بھی چھوڑ دیا جیسے یہ سودا ہوا کہ خریدی گئی گاڑی کی رقم 15 ماہ میں ادا کرنا ہو گی اور گاڑی جس بھی قیمت پر آگے بکے گی ہر پچاس ہزار پر 11000 پہلے بائع کو مزید ادا کئے جائیں گے تو یہ صورت جائز نہیں۔ [15] یہاں تک نقد اور فوری ادائیگی کی جگہ مطلقاً ادھار قیمت ادا کرنے کے چند اہم مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ آج کل بازاروں میں ادھار قیمت ادا کرنے کی ایک معروف صورت ذمہ میں آئی ہوئی رقم کو یکمشت ادا کرنے کے بجائے ماہانہ یا ششماہی و سالانہ قسطوں میں دینے کی ہے، اس لیے قسطوں کے کاروبار سے متعلق اہم مسائل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

## قسطوں پر خرید و فروخت

قسطوں پر خرید و فروخت سے متعلق اردو فتاویٰ میں مذکور مسائل کا خلاصہ یہ ہے: قسطوں پر خریدی ہوئی چیز سودا طے ہو جانے کے بعد خریدار کی ملکیت ہے اور بقایا قسطیں اس کے ذمہ واجب الاداء ہیں (اگرچہ مبیع کا کوئی نقصان ہو جائے)، اس لیے وہ چاہے تو اس چیز کو آگے فروخت کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر خریدار وقت پر اپنی قسطیں ادا نہیں کر رہا تو بائع خریدار سے قیمت وصول کرنے کے لیے قانونی ذرائع استعمال کر سکتا ہے، لیکن ادا شدہ قسطیں ضبط نہیں کر سکتا اور نہ ہی مبیع کو واپس اپنے قبضہ میں لے سکتا ہے اور اگر ادا شدہ اقساط کی ضبطگی اور مبیع کی واپسی کی اجازت اور شرط کے ساتھ ہی یہ عقد ہوا ہے تو یہ شرط فاسد ہے، اس لیے ایسا معاملہ کرنا ہی جائز نہیں (اگرچہ خریدار کو پورا یقین ہو کہ وہ کسی صورت بھی قسط کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرے گا)۔ [16] کسی چیز کی قیمت اور اس کی ادائیگی کا وقت مقرر کرنے میں فریقین آزاد ہیں لیکن فقہی طور پر سودا مکمل ہو جانے کے بعد کسی بھی مشروط تقدیم و تاخیر سے قیمت میں کوئی تبدیلی اور کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ وقتِ مقررہ سے قبل ادائیگی اور اس تقدیم پر مقررہ قیمت میں کمی اور رعایت حاصل کرنے سے متعلق اردو فتاویٰ میں مذکور شرعی احکام کا جائزہ لیا جاتا ہے:

## ضع و تعجل

ادھار سامان کی قیمت مقررہ وقت سے پہلے ادا کی جائے اور قبل از وقت ادا کرنے کی وجہ سے قیمت کم کرائی جائے تو کیا یہ صورت جائز ہو گی؟ فقہی اصطلاح میں اس صورت کو "ضع و تعجل" کہا جاتا ہے، اگر خریدار نے یہ شرط لگائی ہو

کہ آپ قیمت کم کردیں تو میں قبل از وقت پیسے ادا کر دوں گا، یا فروخت کرنے والے ہی نے یہ بات کہی کہ آپ قیمت ابھی ادا کردیں تو ہم قیمت میں (اپنی خوشی سے) تخفیف کیے دیتے ہیں تو یہ صورت جائز نہیں، کیونکہ اس میں قیمت کی جلد ادائیگی کو پیسے کم کرنے کے لیے شرط کا درجہ دیا گیا ہے، گویا جو قیمت کم کی گئی ہے وہ مدت کا عوض ہے، اس لیے اہلِ علم کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے۔ہاں اگر اس کو شرط کا درجہ نہ دیا جائے مثلاً خریدار پہلے قیمت ادا کرنے کی پیشکش کرے اور فروخت کرنے والا بطور خود قیمت میں کمی کر دے تو یہ صورت جائز ہے اور یہ فروخت کرنے والے کی طرف سے قیمت میں رضاکارانہ کمی سمجھی جائے گی اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔[17]

اسی طرح مہلت اور اضافی وقت کی وجہ سے قیمت میں رعایت اور معاملات کی حرمت و حلت پر اس رعایت کا اثر اس جزئیہ سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر بیع مؤجل کے کسی معاملہ میں یہ شرط لگائی جائے کہ کچھ خاص دنوں میں قیمت چکا دینے پر خصوصی رعایت ملے گی اور اس وقتِ مقررہ پر قیمت ادا نہ کرنے کی صورت میں ملنے والی چھوٹ اور رعایت کم کر دی جائے گی یا بالکل ختم کر دی جائے گی یعنی وقت گزرنے کے ساتھ قیمت بڑھائی نہیں جارہی صرف اتنی بات ہے کہ کسی طے شدہ وقت پر ادائیگی کی صورت میں رعایت زیادہ ملتی ہے جب کہ بعد میں کم ہو جاتی ہے یا رعایت نہیں ملتی اور پوری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے، ایسے معاملے کا حکم ملاحظہ ہو: سو روپے کا مال پندرہ دن کی میعاد پر فروخت کیا یعنی سو روپے کا مال پندرہ دن کے لیے قرض دیا، اب اگر لینے والا پندرہ ہی دن میں رقم دے گا تو اس کو کٹوتی (رعایت) کے دو روپے ملیں گے (یعنی 98 روپے دکاندار لے گا اور دو روپے واپس کر دے گا)، اگر ادائیگی ایک ماہ بعد ہوئی تو اس کو بجائے دو روپے کے ایک روپیہ دیں گے اور اگر اس نے ایک ماہ میں بھی پیسے نہ دیے تو اس کو کچھ کٹوتی نہیں ملتی، الغرض دو روپے فی سیکڑہ کٹوتی ہے پندرہ یوم تک۔اس سوال کے جواب میں امداد الفتاویٰ میں مذکور ہے: اگر یہ بات عام ہے اور عرف بن چکی ہے تو "عرف کے سبب یہ شرط ہے اور فاسد ہے، اور شرطِ فاسد سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور بیع فاسد بتصریح فقہاء ربوا ہے یعنی یہ معاملہ سود میں داخل ہے۔"[18]

مہلت کی کمی بیشی کی وجہ سے قیمت میں تبدیلی قبول کر لینے سے خرید و فروخت کا بنیادی اصول "ثمن کی تعیین" ہی قائم نہیں رہ پاتا گویا خریدار نے مبیع اپنے قبضہ میں لے لی تھی لیکن کوئی ثمن متعین نہیں کیا تھا اور اس قدر جہالت کی موجودگی میں بیع قائم نہیں ہو سکتی۔اب بیع مؤجل میں ثمن کی بروقت ادائیگی اور فریقین کو باہمی ظلم و زیادتی سے

بچانے کے لیے رائج اقدامات کا جائزہ لیا جاتا ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ شریعت نے ایسے معاملہ میں بائع کو نقصان سے بچنے کے لیے ضمانت یا رہن رکھ لینے کی اجازت دی ہے۔

## بیعانہ (زرِ ضمانت) واپس کرنا ضروری ہے

بازار اور انفرادی لین دین کے معاملات میں بیع کی ایک صورت یہ ہے کہ عام طور پر خریدار کوئی قیمتی چیز خریدتا ہے لیکن ساری قیمت ادا نہیں کرتا بلکہ مستقبل کی کسی تاریخ میں مکمل ادائیگی طے کی جاتی ہے اور معاملے کی پختگی کی خاطر بطور ضمانت کچھ تھوڑی سی رقم فوری ادا کر دیتا ہے (یہ محض لین دین کا وعدہ نہیں ہوتا بلکہ مبیع کی تعیین اور ثمن کی مقدار و ادائیگی کی مدت طے کی جاتی ہے لہٰذا اس ایجاب و قبول ہی کی وجہ سے اور بعض اوقات عوضین کے کسی حصہ پر قبضہ کی وجہ سے حکماً اور اصلاً بیع مکمل ہو جاتی ہے اسی لیے بائع اس چیز کو بیچنے کی غرض سے دوسرے گاہکوں کو دکھاتا بھی نہیں) اور جانبین میں یہ طے ہو جاتا ہے کہ اگر خریدار یہ سودا مکمل کرنے سے انکار کرے گا تو اس کی ادا شدہ رقم واپس نہیں ملے گی اور اگر بیچنے والا انکار کرے گا تو اس ادا شدہ رقم کا دوگنا اس خریدار کو واپس کرے گا، اس ابتدائی ادائیگی کو بیعانہ کہا جاتا ہے، جس کے مسائل کی تفصیل یہ ہے: اگر خرید و فروخت کے کسی معاہدے کے بعد مشتری (خریدار) اس چیز کو نہ لے سکے تو فروخت کنندہ کے لیے بیعانہ حلال نہیں، وہ بیعانہ خریدار کو واپس کر دے۔ اور ہمارے ہاں بیعانہ (ایڈوانس) ضبط کر لینے کا جو رواج ہے، یہ غلط ہے، اور اگر قانون بھی اس رواج کی تائید کرتا ہے تو شریعت کی نظر میں یہ قانون بھی غلط ہے۔[19] حدیث میں ایسے معاملے کی ممانعت صراحت سے بیان کی گی ہے:

**عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ۔ قَالَ ابن ماجه: الْعُرْبَانُ: أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ دَابَّةً بِمائة دِينَارٍ، فَيُعْطِيَهُ دِينَارَيْنِ أربُونًا، فَيَقُولُ: إِنْ لَمْ أَشْتَرِ الدَّابَّةَ فَالدِّينَارَانِ لَكَ.** [20] آپ ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا اور امام ابن ماجہ عربان کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک آدمی سو دینار کا کوئی جانور خریدے اور بائع کی ملکیت میں دو دینار دے دے کہ اگر میں یہ جانور نہ خریدوں تو یہ دو دینار آپ لے لینا۔

بیع عربان کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: **نهى عَن بيع العربان أَن يقدم إِلَيْهِ شَيْء من الثّمن، فَإِن اشْترى حسب من الثّمن، وَإِلَّا فَهُوَ لَهُ مجَّانا وَفِيه معنى الميسر.** [21] بیع عربان سے آپؐ نے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ خریدار ثمن کا کچھ حصہ پہلے ادا کر دے، پھر اگر خریدار یہ معاملہ پورا کرتے ہوئے بقیہ قیمت بھی ادا کر دے تو درست ورنہ اس کی یہ دی ہوئی رقم ضائع ہو جائے گی اور واپس نہیں کی جائے گی، یہ عقد

اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں جوا کا مفہوم پایا جا رہا ہے۔ نیز یہ بات واضح ہے کہ بیع مکمل ہو جانے کے بعد خریدار بائع کی رضا کے بغیر بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، بائع بیع قائم رکھنے اور اپنی تمام رقم وصول کرنے کے لیے ہر قسم کی قوت استعمال کر سکتا ہے، لیکن اگر وہ مشتری کو بیع پر قائم رکھنے سے عاجز ہو گیا تو بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے، اس میں سے کچھ کم نہیں کر سکتا۔[22] لہٰذا بیعانہ کو ضبط کر لینا کسی صورت جائز نہیں۔ ادھار لین دین اور قسطوں کے رائج کاروبار میں عام قابل اعتراض بات طے شدہ قیمت کے بعد وقتِ مقررہ پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں مہلت بڑھانے کے عوض قیمت میں مزید اضافہ کر دینا ہے (اسے وعدہ پورا نہ کرنے پر مالی جرمانہ کہا جا سکتا ہے)۔ یہ مالی تعزیر اور جرمانہ ادھار لین دَین کے علاوہ بھی قانونِ اسلامی کی ایک اہم بحث ہے نیز ماضی کی نسبت آج اس بارے میں کچھ علماء کی رائے مختلف ہے اس لیے قدرے تفصیل سے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

## ادائیگی میں تاخیر پر مالی جرمانہ کا جواز وعدمِ جواز

معاصر دنیا میں عام طور پر وہ تمام معاملات مباح اور جائز سمجھے جاتے ہیں جن پر کسی معاملہ کے فریقین یا تمام شرکاء اور متاثرہ افراد راضی ہوں نیز وہ معاشرے اور ملکی قانون کی نظر میں جرم نہ ہوں۔ اس کے مقابل اسلامی قانون میں انسانی یا معاشرتی صوابدید کے بجائے وحی کی روشنی میں کسی چیز کے جواز یا عدمِ جواز کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ درج ذیل فتویٰ سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے: خرید و فروخت اور لین دَین کے معاملات میں بنیادی چیز فریقین کی دلی رضامندی ہوتی ہے لیکن شرعی نکتۂ نظر سے کسی معاملہ یا معاہدہ کا فی نفسہٖ جائز اور مباح ہونا اس سے پہلے ضروری ہے، اس لیے باہمی رضامندی سے طے ہونے والے معاہدہ میں اگر مقررہ وقت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں یومیہ جرمانہ طے کیا گیا تو بھی اس مالی جرمانہ کو وصول کرنے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں، اگرچہ کسی بازار کے تمام تاجر اپنے گاہکوں کے لیے یہ اصول طے کر لیں۔[23] علامہ شامی نے مالی جرمانہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا: **وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ التَّعْزِيرُ لِلسُّلْطَانِ بِأَخْذِ الْمَالِ. وَعِنْدَهُمَا وَبَاقِي الْأَئِمَّةِ لَا يَجُوزُ.**[24] امام ابو یوسفؒ سے مالی جرمانہ لینے کے جواز کا قول نقل کیا گیا ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ سمیت دیگر ائمہ اسے جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن تفصیلات و جزئیات پر بحث کے بعد علامہؒ نے نقل کیا ہے: **وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمَذْهَبَ عَدَمُ التَّعْزِيرِ بِأَخْذِ الْمَالِ۔** مذہبِ حنفیہ میں مالی جرمانہ جائز نہیں۔

اسی تفصیل کی روشنی میں عام فتاویٰ مالی جرمانہ کو کسی بھی صورت جائز نہیں رکھتے لیکن مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کچھ خاص حالات میں مالی تعزیر اور جرمانہ کا جواز تحریر کیا ہے، اگرچہ ان کی بحث معاشرتی مسائل سے تھی لیکن مالی معاملات میں بھی اس تحقیق سے استفادہ کیا جا سکتا ہے: اسلامی حکومت اور اسلام کے قانونِ حدود و تعزیرات کے فقدان کی وجہ سے ہندوستان اور اکثر مسلم ممالک میں بھی بہت سے مسائل پیچیدہ اور دشوار ہو گئے ہیں، مثلاً طلاق کا بے جا اور بے دریغ استعمال، مطالبۂ جہیز وغیرہ۔ اکثر اوقات مسلمانوں کی مقامی انجمنیں ان مسائل کے سدِ باب کے لیے مقامی سطح پر جرمانے کرتی ہیں اور معاشرے میں اس جرمانہ کی وجہ سے خوشگوار نتائج سامنے آتے ہیں، نیز ان انجمنوں اور تنظیموں کے لیے اس مالی سرزنش کے سوا کوئی دوسری شکل عملاً ممکن بھی نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ جسمانی سرزنش کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیں تو اس سے بڑے فتنوں کے درآنے کا احتمال رہتا ہے۔ یوں بھی عملاً اس زمانے میں مالی تعزیر کی بہت کثرت ہو گئی ہے اور ریلوے وغیرہ میں کثرت سے اس کا تعامل ہے (لہٰذا شرعی اور معاشرتی قوانین کی پابندی کے لیے بھی اسے نافذ کیا جا سکتا ہے)۔ لیکن مولانا رحمانی نے جن کتبِ فقہ سے استدلال کیا ہے خود انہی کتب میں بھی تمام تشریحات کے بعد قولِ راجح یہی لکھا کہ جرمانہ مستقل طور پر حکومت یا کوئی شخص اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکتا بلکہ (زجر و توبیخ کے بعد) مجرم کو واپس کرنا ہو گا۔[25] اب سوال یہ ہے کہ مفتیانِ کرام منکرات کے سدِ باب اور معاشرتی اصلاحِ کار کے ایسے تجربے کے بعد اس طرح کے جرمانے کو کن مواقع پر، کن شرائط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں۔ حکومت کے پاس اپنے احکام کو نافذ کرنے کی قوت اور عوام پر جبر کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن اگر یہ اختیار افراد کو انفراداً دے دیا جائے تو بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی۔ ان حالات میں مقالہ نگار کی نظر میں حکومتی سرپرستی کے بغیر کسی مسلم یا غیر مسلم ریاست میں جس طرح مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے لیے کیے جانے والے اقدامات کو مؤثر بنانے کے لیے مالی جرمانہ وصول کیا جا سکتا ہے اسی طرح بیع مؤجل میں بائع کو ضرر سے بچانے اور گاہک کو اپنے وعدے پر قائم رکھنے کے لیے مالی جرمانہ کرنے کو بھی اضطراراً قبول کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی بینکاری کے وجود اور بقاء کے لیے بھی اسی جرمانہ (التزام تصدق) کا سہارا لینا پڑا اور قرض دہندہ (بینک) کو وقتِ مقررہ کے بعد کوئی اضافی رقم دیئے بغیر بہر حال مقروض سے بروقت ادائیگی نہ کرنے کی پاداش میں جرمانہ لیا گیا اور اسے اشتہاری فہرست میں داخل کرنے کی دھمکی دی گئی ہے تب ہی وہ نظام کامیابی سے چل رہا ہے۔

نیز اس جرمانہ کے جواز میں ایک اہم پیش رفت مولانا یوسف لدھیانویؒ کے درج ذیل فتویٰ سے ہوتی ہے: تجارتی اور صنعتی صارفین کو گیس کے بل جاری کئے جاتے ہیں، مقررہ تاریخ تک بل جمع نہ کروانے کی صورت میں اس پر 2٪ جرمانہ عائد کر دیا جاتا ہے، اگر ادائیگی میں مزید تاخیر ہو جائے اور ایک مہینہ اور گزر جائے تو ایک مرتبہ پھر 2٪ جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ یہ جرمانہ اصل بل کی رقم اور پہلے جرمانے کی رقم دونوں پر لگتا ہے، جب تک وہ پوری رقم ادا نہ ہو جائے اسی طرح سود در سود کی طرح ہر مہینہ 2٪ جرمانہ لگتا رہتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ سود ہے؟ جواب: "اگر سابقہ رقم کے حساب سے جرمانہ عائد کیا جاتا ہے تب تو یہ سود ہے، اور اگر اصل رقم کی کوئی قید نہیں بلکہ یہ اصول طے کیا جائے کہ جو شخص وقت پر بِل ادا نہیں کرے گا اس پر اتنا جرمانہ لاگو ہوگا، تو یہ صحیح ہے۔"[26] گویا وعدہ خلافی یا قانون کی خلاف ورزی پر ایک طے شدہ رقم کا جرمانہ تو جائز ہے لیکن اسے مہلت اور ذمہ میں آئے ہوئے بل کی کسی خاص شرح کے مطابق لاگو کرنا اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس جرمانہ میں بھی اضافہ کرتے جانا درست نہیں ہوگا۔ مولانا لدھیانویؒ کی اس توضیح کے بعد بیع مؤجل میں جان بوجھ کر بر وقت ادائیگی نہ کرنے والے مشتری پر مالی جرمانہ عائد کرنے کی کافی گنجائش نکل آتی ہے اگرچہ جرمانہ کرتے ہوئے ذمہ میں آئے ہوئے بِل کو نہ دیکھنے سے مزید کئی سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ نیز عام مشاہدہ ہے کہ معمولی جرمانے سے بھی بچنے کے لیے عوام بر وقت ادائیگی یا ملکی قوانین کی پابندی شروع کر دیتے ہیں۔

## خلاصہ بحث:

الختصر یہ کہ تمام مفتیانِ کرام نے نقلی اور عقلی دلائل کی بنیاد پر نقد کی نسبت ادھار خرید و فروخت میں رقم کی زیادتی کو بائع اور مشتری کے فائدے اور معاشرتی ضرورت کے پیشِ نظر جائز قرار دیا ہے۔ معاشرے میں دیانت کی کمی کی وجہ سے بعض اوقات گاہک بروقت ادائیگی نہیں کرتا اور حکومت بھی اسے قانوناً اس ادائیگی کے لیے پابند نہیں کرتی تو نجی اداروں اور عوام کے لیے ایسی مجبوری میں وعدہ پورا نہ کرنے والے خریدار کو مالی جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز ادھار خرید و فروخت کی صورت میں ثمن کی بروقت وصولی کو یقینی بنانے کے لیے شرعاً دو معروف طریقے ضمانت اور رہن برتے جا سکتے ہیں لیکن کسی تاخیر کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کر دینا یا خریدار کی ادا کردہ رقم ضبط کر لینا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# حواشی وحوالہ جات

[1] **القرآن الکریم**: سورۃ البقرہ2: 208۔

Al -Qur'ān al-Karīm:al-Baqara 2: 208.

[2] محمد بن حبان، **صحیح ابن حبان** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1414ھ)، رقم الحدیث: 1658۔

Muḥammad bin Ḥibbān, Ṣaḥīḥ ibn e Ḥibbān(Baīrūt: Mu'assasa al-Risāla,1414 A.H), no: 1858.

[3] محمد الحسین البغوی، **شرح السنۃ** (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، رقم الحدیث: 1949۔

Muḥammad al-Ḥusaīn al-Baghawī (Baīrūt: al-maktab al-Islāmī, 1403 A.H), no: 1949.

[4] عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی، **المصنف** (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، رقم الحدیث: 14813۔

ʿabdul Razzāq bin Hammām al-Ṣanʿāni, al-Muṣannaf (Baīrūt: al-Maktab al-Islāmī, 1403 A.H), no: 14813.

[5] ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1406ھ)، 5/183۔

Abū Bakr bin Masʿūd al-Kāsānī, Badā'iʿ al-Ṣanā'iʿ(Baīrūt:Dār al-Kutub al-ʿIlmiya, 1406 A.H), 5/ 183.

[6] محمد تقی عثمانی، **فقہ البیوع** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2015ء)، 1/539۔

Muḥammad Taqī Uthmānī, Fiqh al-Būyūʿ(Karāchī, Maktaba Maʿārif al -Qur'ān, 2015), 1/ 539.

[7] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح** (لبنان: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 2068۔

Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, Al-Jamiʿ al-Ṣaḥīḥ(Labnān:Dār Ṭaūq al-Najāh, 1422 A.H), no: 2068.

[8] محمد بن احمد السرخسی، **المبسوط** (بیروت، دار المعرفۃ، 1993ء)، 13/8؛ محمد یوسف لدھیانوی، **آپ کے مسائل اور ان کا حل** (کراچی، مکتبۂ لدھیانوی، 2011ء)، 7/98،99؛ سید عبدالرحیم لاجپوری، **فتاویٰ رحیمیہ** (کراچی، دار الاشاعت، 2009ء)، 9/196؛ محمود حسن گنگوہی، **فتاویٰ محمودیہ** (کراچی، دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، س-ن)، 4/175؛ محمد کفایت اللہ دہلوی، **کفایت المفتی** (کراچی، دار الاشاعت، 2001ء)، 8/41۔

Muḥammad bin Aḥmad al-Sarkhasī, al-Mabsūṭ(Baīrūt:Dār al-Maʿrifa, 1993), 13/8; Muḥammad Yūsuf Ludhiyānvī, Aāp ky masā'il awr unka ḥal(Karāchī, Maktaba Ludhiyānvī, 2011), 7/ 98,99; Syed ʿabdul Raḥīm Lājpūrī, Fatāwā Raḥīmiya(Karāchī, Dār al-Ishāʿat, 2009), 9/ 169; Maḥmūd Ḥassan Gangaūhī, Fatāwā Maḥmūdiya(Karāchī, Dār al-Iftā Jāmiʿa Fārūqiya, n.d.), 4/ 175; Muḥammad Kifāyat Allāh Dehlavī, Kifāyat al-Muftī(Karāchī, Dār al-Ishāʿat, 2001), 8/ 41.

[9] ظفر احمد عثمانی، **امداد الاحکام** (کراچی، مکتبہ دار العلوم، 2009ء)، 3/412۔

Ẓafar Aḥmad Uthmānī, Imdād al-Aḥkām(Karāchī, Maktaba Dār al-ʿulūm, 2009), 3/ 412.

[10] **آپ کے مسائل اور ان کا حل**، 7/98۔

Aāp ky masā'il awr unka ḥal, 7/ 98.

[11] علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایہ (بیروت، دار احیاء التراث العربی، س-ن)، 3/58۔

ʿalī bin Abībakr al-Marghīnānī, al-Hidāya(Baīrūt:Dār Iḥyā al-Turāth al-ʿarabī, n.d.), 3/ 58.

[12] **فتاویٰ رحیمیہ**، 9/198؛ **الھدایۃ**، 3/58۔

Fatāwā Raḥīmiya, 9/ 198; Al-Hidāya, 3/ 58.

[13] **امداد الاحکام**، 3/413، 476؛ محمد تقی عثمانی، **فقہی مقالات** (کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، 2011ء)، 1/86۔

Imdād al-Aḥkām, 3/ 413; Muḥammad Taqī Uthmānī, Fiqhī Maqālāt (Karāchī, Meman Islamic Publishers, 2011), 1/86.

[14] آپ کے مسائل اوران کا حل، 101/7۔

Aāp ky masā’il awr unka ḥal, 7/101.

[15] آپ کے مسائل اوران کا حل، 50/7۔

Aāp ky masā’il awr unka ḥal, 7/ 50.

[16] آپ کے مسائل اور ان کا حل، 183/7، 184؛ اشرف علی تھانوی، امداد الفتاویٰ(کراچی، مکتبہ دارالعلوم،2010ء)، 122/3؛ رشید احمد، احسن الفتاویٰ(کراچی،ایچ۔ایم سعید کمپنی،1425ھ)،519/6؛منیب الرحمان، تفہیم المسائل(لاہور،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،2013ء)،400/6۔

Aāp ky masā’il awr unka ḥal, 7/ 183, 184; Ashraf 'lī Thānwī, Imdād al-Fatāwā(Karāchī, Maktaba Dār al-ʿulūm, 2010), 3/ 122; Rashīd Aḥmad, Aḥsan al- Fatāwā(Karāchī, H. M. Saʿīd Companī, 1425 A.H), 6/ 519; Munīb al-Raḥmān, Tafhīm al- Masā’il(Lahaūr: **Ḍiy**ā al- Qur’ān Pablications, 2013), 6/ 400.

[17] خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاویٰ(کراچی،زمزم پبلشرز،2007ء)،219/5؛امدادالاحکام،500/3۔

Khālid Saif Ullah Raḥmānī, Kitāb al- Fatāwā(Karāchī,Zamzam Publishers, 2007), 5/ 219; Imdād al-Aḥkām, 3/ 500.

[18] امدادالفتاویٰ،93/3۔ Imdād al-Fatāwā, 3/ 93.

[19] آپ کے مسائل اوران کا حل،53/7،115۔

Aāp ky masā’il awr unka ḥal, 7/ 53, 115.

[20] محمد بن یزید ابن ماجۃ،السنن(بیروت،داراحیاءالکتب العربیۃ،س۔ن)،رقم الحدیث:2193۔

Muḥammad bin Yazīd ibn e Māja, al-Sunan(Baīrūt:Dār Iḥyā al-Kutub al-ʿarabiya, n.d.),no: 2193.

[21] احمد بن عبدالرحیم الشاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ(بیروت،دارالجیل،1426ھ)،167/2۔

Aḥmad bin ʿabdul Raḥīm al-Shah Walī Ullah, Ḥujjatullah al-Bāligha(Baīrūt:Dār al-Jīl, 1426 A.H), 2/ 167.

[22] احسن الفتاویٰ،501/6۔ Aḥsan al- Fatāwā, 6/ 501.

[23] آپ کے مسائل اوران کا حل، 172/7، 203؛امدادالاحکام،475/3، 529؛امدادالفتاویٰ،531/2، 532۔

Aāp ky masā’il awr unka ḥal, 7/ 172; Imdād al-Aḥkām, 3/ 475; Imdād al-Fatāwā, 2/ 531, 532.

[24] محمد امین بن عمر ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار(بیروت،دارالفکر،1992ء)،61/4۔

Muḥammad Amīn bin ʿumar ibn e ʿābidīn, Radul Muḥtār ʿalā al-Durril Mukhtāar(Baīrūt:Dār al-Fikr,1992), 4/ 61.

[25] خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل(کراچی،زمزم پبلشرز،2010ء)،150/3تا154(تلخیص)؛تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بحر الرائق44/5اور فتح القدیر345/5۔

Khālid Saif Ullah Raḥmānī, Jadīd Fiqhī masā’il(Karāchī,Zamzam Publishers, 2010), 3/ 150 to 154(sumamry); for details see: Baḥr al- Rā’iq 5/ 44 and Fatḥ Al-Qadīr 5/ 345.

[26] آپ کے مسائل اوران کا حل،302/7۔ Aāp ky masā’il awr unka ḥal, 7/ 302.